مولانا سید اسماعیل شہید رح مقلد نہیں متبع کتاب و سنت تھے

تحریر:۔ محمد اشرف جاوید
مدیر مکتبہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد

بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "تقلید شخصی کا رواج چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا۔ اس سے قبل اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے ان کے شاگرد امام محمد، امام ابو یوسف اور امام زفر اکثر مسائل میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کی تفصیل فقہ حنفی کی مشہور کتاب الهدایہ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مگر جب تقلید کی یہ غلط روش چل نکلی۔ تو بڑے بڑے لوگ اس کی لپیٹ میں آگئے۔ اور اس کے بعد تاریخ شاہد ہے کہ اہلحدیث اور احناف میں کئی جگہ مناظرہ کی نوبت آئی ہر جگہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل حدیث کا پلہ بھاری رہا۔ کسی دور میں بھی پوری امت تقلید پر مجتمع نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ مقلدین باور کراتے ہیں بلکہ ہر دور میں علماء اہل حدیث کا وجود مسعود قابل ذکر رہا ہے۔ اور ان کی برکت سے اسلام کی صحیح روشنی لوگوں تک پہنچتی رہی ہے۔

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری میں اسلام پہنچ گیا تھا۔ اور ان پاک باز لوگوں کی وجہ سے بہت سے لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے تھے۔

سندھ کی سرزمین میں بحوالہ "احسن التقاسیم" اہل حدیث کا عظیم مرکز تھا اور اس کے ساتھ ساتھ دہلی کے قریب اردبیل کے مقام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد عبدالعزیز تشریف لائے۔ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ دین حق میں داخل ہو گئے۔ شاہ ولی اللہ کے عہد میں عظیم محدث و مفسر مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی دہلی آئے۔ تو انہوں نے کسی جہری نماز میں آمین بالجہر کہی۔ لوگوں نے نماز کے بعد جھگڑا کھڑا کر دیا۔ آخر شاہ ولی اللہ کے فیصلہ کے بعد لوگوں کو اطمینان ہوا۔ فیصلہ حضرت فاخر کے حق میں ہوا۔ اسی طرح شاہ اسماعیل شہید کے دور میں دہلی میں ایک یمنی آیا۔ جب اس نے رفع الیدین کی تو مولانا سید اسماعیل شہید نے بھی

شروع کردی۔ اور اس کے بعد مولانا ولایت علیؒ اور شیخ الکل سید نذیر حسینؒ محدث نے اس سنت کو بام عروج تک پہنچادیا۔

میں دراصل بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ہر دور میں اہل حدیث کا وجود رہا ہے۔ اور یہ لوگ خالص دین اسلام کی ترویج کرتے رہے ہیں۔ اور حضرت مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کو مقلد کہنا ان پر سراسر بہتان اور خلاف حقیقت بات ہے اس موضوع پر میرے قلم اٹھانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہمارے ایک حنفی دوست عبدالعلیم چشتی نے اپنی کتاب "سید احمدؒ کا فقہی مسلک اور تصانیف" میں سید اسماعیل شہیدؒ کے مسلک کے متعلق یہ مغالطہ آرائی کی ہے۔ کہ وہ حنفی المسلک تھے۔ حالانکہ ان کی زندگی کے حالات اور انکی تصانیف اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ مقلد جامد نہیں تھے بلکہ خالص کتاب و سنت کے پیرو اور مبلغ تھے جیسا کہ آئندہ سطور میں مدلل طور پر اس حقیقت کو ثابت کیا جائے گا۔ چنانچہ تذکیر الاخوان میں مولانا اسماعیل شہیدؒ نے ایک مستقل فصل بعنوان "فی ردبدعۃ التعلید" قائم کی ہے اسمیں فرماتے ہیں۔

"اکثر لوگ عالموں اور درویشوں کے کلام کو سند پکڑتے ہیں اور ان کے کلام اور عنوان کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو انہوں نے کیا اور کہا وہی ٹھیک ہے اور اللہ کی راہ وہی ہے پھر خواہ وہ کلام اور کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ خواہ موافق ہو۔ اور کہیں سے اس کی سند ہو' یا نہ ہو' پھر اگر کوئی ان مولویوں اور درویشوں کے قول و فعل کے خلاف آیت اور حدیث پڑھے تو اس کا انکار اور اس کے مطلب میں تکرار کرنے کو موجود ہوتے ہیں اور ایمان کے جاتے رہنے کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ حاکم مطلق اللہ ہی ہے اس کے حکم کو ماننا چاہئے اس کے سوا اور کسی کا حکم نہ مانیے۔ اور رسول کو حکم ماننا بھی بحیثیت ہونے کے حکم ماننا ہے خود پیغمبر بھی حاکم (مطلق) نہیں۔ پھر اور کوئی مجتہد فقیر' مولوی' مفتی' قاضی' ملا' طالب علم' غوث' قطب' ولی' پیر' شہید' اور پیرزادے' خلوم' مجاور' مرید کس گنتی اور شمار میں ہیں۔ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صہ ۲۱۸)

اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ تقلید شخصی کو قطعاً جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اگر اس سے بھی چشتی صاحب کی تسلی نہ ہوئی ہو تو ہم سید صاحب

کی ایک اور تحریر ان کے سامنے پیش کیے دیتے ہیں۔ سید صاحب فرماتے ہیں۔

"اعمال میں ان چار مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام میں مروج ہے بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہئے۔ بلکہ آپ کا علم تمام جہاں میں پھیلا ہوا ہے۔ اور مقتضائے وقت کے موافق ہر کسی کو پہنچا ہے اور جس وقت سے کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان علموں کی جمعیت ظاہر ہو گئی ہے۔ پس جس مسئلہ میں صحیح، صریح اور غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہلحدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے۔ کیونکہ وہ بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے اٹھانے والے ہیں۔ اور ایک طرح سے آپ کی مصاحبت حاصل کر کے آپ کے مقبول ہو گئے ہیں۔

مقلد لوگ تو مجتہدوں کی تعظیم اور توقیر سے پورے واقف ہیں وہ اس بات کی آگاہی کے محتاج نہیں" صراط مستقیم صہ ۷۱، ۷۲

حضرت مولانا اسماعیل شہید" نے تقریر کے میدان میں بھی تقلید شخصی کے خلاف کئی مخالفین مناظرہ و مباحثہ کی دعوت پر لبیک کہا۔ چنانچہ بہت سے مناظرے اور مباحثے ہوئے جن کے نتیجے میں بہت سے لوگوں نے آپ کی حق گوئی اور دلائل سے متاثر ہو کر تقلید کا جوا گردن سے اتار پھینکا اور متبعین کتاب و سنت کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ سوانح احمدی کا مصنف لکھتا ہے۔

"مولوی حبیب اللہ صاحب قندھاری یہ بزرگ علمائے خراساں و بخارا و ماوراء النہر کے ساتھ وجوب تقلید شخصی کی بابت مولوی محمد اسماعیل شہید" سے بحث کو آئے تھے مگر مولوی صاحب شہید" اور دوسرے اشخاص قافلہ کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر انکے ایسے معتقد ہو گئے کہ بوقت بحث سرنچا کئے ہوئے تھے مولانا شہید" کے سامنے ساکت بیٹھے رہے تھے اور جب ان کے ساتھ والے مولویوں نے ان سے کہا کہ بوقت بحث تم کچھ نہیں بولتے اور ساکت بیٹھے رہتے ہو تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں تو ان لوگوں کا طریق اور رویہ مثل صحابہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھتا ہوں پھر ایسے بزرگوں سے کیا بحث کروں" (سوانح احمدی صہ ۱۸۳۔ ۱۹۴)

اور اسی طرح کا ایک اور واقعہ اسی کتاب کے دوسرے مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔ "صدہا

مولوی اور عالم کابل اور قندھار اور سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہو کر بمقام پنجتار (سرحد) مسئلہ وجوب تقلید میں آپ (سید اسماعیل شہیدؒ) سے بحث کرنے کو آئے تھے۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی۔ آخر وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث کا حافظ، محقق اور اس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے اس سے کون جیت سکتا ہے" (احمدی صہ ۱۸۴)

اس سلسلہ میں مولانا آزاد کی یہ عبارت بھی قابل ذکر ہے۔

"۱۲۴۰ھ کے مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں جب مولانا شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ نے بدع و محدثات کے خلاف ادلہ کتاب و سنت پیش کئے تو مولانا رشید الدین مرحوم کا جواب یہی تھا کہ ہم سب نے شاہ صاحب سے فیض حاصل کیا ہے ہم سب ان کے خدام اور حلقہ بگوشوں میں رہے ہیں ان کا قول و عمل ہمارے لئے حجت قاطع ہے اور ان کی تحریر اور فتاویٰ اس باب میں موجود ہیں۔

مولوی عبدالحئیؒ نے کہا ادلہ اربعہ میں آباء و مشائخ کا قول داخل نہیں۔ قرآن و سنت سے ثابت کیجئے مگر وہاں سنتا کون تھا" (نقش آزاد صہ ۳۱۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحئیؒ بھی تقلید جامد کے خلاف تھے۔ مباحثہ کی مختصرا روائداد یوں ہے۔

"مولوی رشید الدین مولانا شاہ عبدالقادر کے شاگرد تھے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اگر ایک طرف رد بدعت و شرک میں گرم جوشی سے حصہ لیا۔ تو دوسری طرف سے آمین بالجہر، قرآت خلف الامام اور عدم تقلید وغیرہ کے نئے (فی الحقیقت پرانے) مسائل کو رواج دیا۔ ان مسائل سے دہلی کے عوام و خواص میں اختلاف پیدا ہوا۔ ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں جامع مسجد دہلی میں ان مسائل کے موافقین و مخالفین کے درمیان ایک مباحثہ منعقد ہوا۔ جس میں فریق اول کے سرکردہ مولوی عبدالحئیؒ، مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ فریق دوم کے قائد مولوی رشید الدین خان مولوی مخصوص اللہ مولوی محمد موسیٰ فرزندان شاہ رفیع الدین تھے یہ پورا مباحثہ کتابی شکل میں مدون لیا گیا۔ جس کا نام "محاکمہ" ہے۔ (حاشیہ علم عمل ج اول صہ ۲۵۰)

یاد رہے کہ محاکمہ کے مرتب جناب ایوب قادری صاحب تحریک اہل حدیث اور

جماعت اہل سنت کے سخت مخالف تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے عظیم سکالر جناب قیام الدین احمد کی رائے بھی یہی ہے کہ شاہ اسماعیل شہید "غیر مقلد اور متبع کتاب و سنت ہے۔ (ہندوستان میں وھابی تحریک صہ ۶۲)

شاہ اسماعیل شہید اپنی کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین میں لکھتے ہیں کہ "عوام تقلید کے باب میں بے حد مبالغہ کرنے لگے۔ اور کسی معین شخص کی تقلید پر جم گئے۔ کہ امام کے سوا اور دوسرے امام سے کسی مسئلہ کو لینا مناسب نہ سمجھا۔ یہ وہ مہلک مرض ہے جس میں مبتلا ہو کر شیعہ لوگ خود کو کھو بیٹھے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی مقلدین ہیں۔ شیعی گروہ ہیں اور ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر نے اپنے آئمہ کے مقابل میں نصوص کو پس پشت ڈال دیا۔ مگر انہوں نے (مقلدین) احادیث مشہورہ کو اپنے اپنے اماموں کے اقوال کے تابع کرنا چاہا۔

ایک دوسری کتاب میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ "مقلد ہونا کسی معین شخص کا مجتہدین و مشائخ سے دین کے رکنوں سے نہیں ہے بلکہ اس قدر اور اتنا ہی کافی ہے کہ جس وقت اور جب کبھی ضرورت پیش آئے تو کسی سے ان لوگوں میں سے پوچھ لیوے۔ اور یہ نہیں کہ مرید ہونے کو اور مقلد ہونے کو بھی نبیوں پر ایمان لانے کے مثل اہم اور دین کے رکنوں میں سے سمجھا اور شمار کیا جائے" (ایضاح الحق صہ ۹۲)

مزید لکھتے ہیں کہ "اپنا طرز و طریقہ خالص محمدیؐ اور روش سنت نبویؐ ہمیشہ ہی رکھنا چاہئے۔ اور کسی مذہب خاص رکھنے اور خاص طریقہ میں منسلک اور داخل ہونے کو لازم و ضروری نہ سمجھے بلکہ ان مذہبوں اور طریقوں کو مثل عطار و پنساری کی دکانوں کے شمار کرنا چاہئے۔ اور اپنے آپ کو لشکر محمدیؐ میں داخل و شمار کرنا چاہئے۔ پس جس طرح سپاہیوں کو طرز سپہ گری لباس وشعار ہے اور کلمہ سلطان کو بلند و بالا کرنا کاروبار ہے اور جس وقت کسی دوا کی طرف حاجت پڑتی ہے تو جس دکان سے دوا دستیاب ہوتی ہے لے لیتے ہیں اور ضرور حاجت کے موافق استعمال کرتے ہیں اور باقی کو پھر ضرورت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہیں اور اپنے کاروبار میں لگے رہتے ہیں اس طرح خالص محمدیوں کو اپنا طریقہ بنانا چاہئے اور ظاہر سنت و حدیث کو قائم کرنا اپنا کاروبار بنانا چاہئے اور فقہ کے صحیح حکموں کو اور صوفیوں کے معتبر شغلوں کو جو کہ فساد اور بدعت کی آمیزش اور ملاوٹ سے خالی اور پاک ہیں۔ اپنی ضرورت کے مطابق

استعمال کرنا چاہئے۔ حاجت اور ضرورت سے زیادہ اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔

تقلید کے وجوب اور عدم وجوب کے بارے میں شاہ اسماعیل شہید ؒ کا موقف معلوم کرنے کے لئے ایک عام حق پسند انسان کو مذکورہ بالا عبارات ہی کافی ہیں۔ اور اگر کسی کی دہمی طبیعت اب بھی مطمئن ہونے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور مزید صراحت کی ضرورت محسوس کرتی ہو۔ تو اسے چاہئے کہ ایضاح الحق الصریح کا صہ ۷۶ دیکھے کہ جہاں شاہ صاحب نے بدعات کی ایک مختصر فہرست دی ہے اور اس میں آئمہ سابقین میں سے کسی معین امام کی تقلید کو بھی شامل کیا ہے سید احمد شہید ؒ کے متعلق شیخ محمد اکرم اپنی کتاب موج کوثر میں لکھتے ہیں۔

"جب وہ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ تو وہاں انہیں وہابیوں سے باخبر ہونے کا موقع ملا جو ان کے سفر حج سے چند سال پہلے مقامات مقدسہ پر قابض تھے حضرت سید صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا اسلئے ان کے کئی ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہو آئے۔ مثلاً وہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تقلید شخصی کا ہے اہلسنت مسلمانوں کے چار بڑے اماموں امام ابو حنیفہ ؒ امام شافعی ؒ امام مالک ؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ میں سے کسی ایک کے پیرو اور ان کے طے کردہ مسائل فقہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوتے ہیں لیکن وہابی اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں اور فقہی اماموں کی بجائے احادیث کی پیروی کرتے ہیں اس مسئلے پر شاہ اسماعیل شہید ؒ نے سفر حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا" (موج کوثر صہ ۶۱ – ۶۲)

عبد العلیم چشتی صاحب نے اپنی کتاب میں دو متضاد تحریریں نقل کی ہیں ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ عوام الناس و سادہ لوگوں کو کس قدر دھوکہ دیتے ہیں۔

یہ تحریریں قارئین کی نظر کی جاتی ہیں کہ فیصلہ آپ پر رہا۔

"وہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تقلید شخصی کا ہے۔ اس مسئلہ پر شاہ اسماعیل شہید ؒ نے سفر حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔ مولوی عبد الحیٔ ان سے متفق نہ تھے اور سید احمد شہید ؒ کے عقائد کے متعلق اختلاف رائے ہے لیکن جہاد کے دوران مخالفین عام مسلمانوں کو سید صاحب کے عقائد کے بارے میں بہکانے لگے اور انہوں نے تمام پنجتار مذہبی مسائل کی تشریح کے لئے افغان علماء کو بلایا اور شاہ صاحب نے بڑی قابلیت سے مسئلہ عدم وجوب تقلید کی حمایت کی۔ اس وقت سید صاحب نے جو رائے دی۔ وہ اب لکھنے کے قابل ہے

انہوں نے فرمایا کہ یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے۔ تقلید کا جھگڑا اٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں۔ اس جھگڑے سے جس کی بنا ایک فروعی اختلاف سنت یا مستحب ہے ہمارا اصل کام ہجرت اور جہاد ہے۔ جو فرض ہے فوت ہو جائے گا۔ مولاناؒ اور سید احمدؒ کے بعد یہ مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا۔ (سید احمد کا فقہی مسلک صہ ۸۵)

اور اسی کتاب کے دوسرے مقام پر چشتی صاحب مولانا کرامت علی جونپوری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ "قوۃ الایمان" میں رقمطراز ہیں۔ "اس بات کے ہزاروں مرد اور دین دار عالمین باعمل گواہ ہیں کہ حضرت پیرو مرشد مقلد تھے حنفی المذہب اور اپنے قافلے سے ایسے لوگوں کو نکلوا دیتے تھے اور بعضوں سے توبہ کرا دیا تھا اس بات کو جو چاہئے تحقیق کرے۔ یعنی مرشد مقلد برحق آپ مقلد تھے تقلید کے خلاف کوئی شخص بات کرتا ہے تو اپنے قافلے سے نکال دیتے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف یہ کہہ کر لوگوں کو مطمئن کیا جاتا ہے کہ اب تقلید پر بحث کا وقت نہیں اصل کام جہاد ہے دوسری طرف لوگوں کو قافلہ سے نکالا جاتا ہے ہماری سمجھ سے یہ امر بعید ہے اور ہم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ باتیں مولانا کرامت علی جونپوری کے حوالہ سے کی جارہی ہیں اور یہ وہ شخص ہے جس نے انگریز حکومت کی تائید میں اور مجاہدین کی مخالفت میں باقاعدہ فتویٰ دیا تھا اور بعد میں اس کی اولاد نے انگریزی حکومت سے وفاداری کا اظہار و اعلان کر کے انعام و کرام حاصل کیا تھا۔

مشہور دیوبندی قلمکار دانشور ایوب قادری رقمطراز ہیں۔

"مولوی نے شریعت اللہ کی تحریک کا رد شدت سے کیا۔ انگریزی حکومت کی موافقت میں جہاد کے خلاف فتوی دیا۔" (تذکرہ علمائے ہند ۳۹۶ حاشیہ)

مولانا مسعود عالم ندویؒ لکھتے ہیں۔

"مجاہدین اور اتباع سید احمد شہید کے سب سے بڑے واقف کار مسٹر جیمس او کنلی نے شہادت دی ہے کہ مولوی کرامت علی برطانوی حکومت کے موید اور وہابیوں کے پکے مخالف تھے یہ تصدیق نامہ راج محل (بہار) میں ۳۱ اکتوبر ۱۸۷۰ء کو دیا گیا جس کو خود ان کے پوتے نے فخریہ طور پر ۱۹۱۴ء کو طبع کرایا تھا (وہ خوبصورت اور نظر فریب پمفلٹ راقم کی نظر سے گزر چکا

ہے اس میں ان کے ... ب زادے مشہور ادیب عبدالاول صاحب جون پوری اور حافظ احمد صاحب کی وفاداری کی بھی تصدیق ہے اور اس کے علاوہ راقم بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ عقائد و اعمال میں وہ سید احمد شہیدؒ کے اصحاب خاص کی روش سے بالکل الگ تھے۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صہ ۶۸ حاشیہ)

اس کے علاوہ وہ بے شمار شہادتیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا کرامت بعد کے دور میں مجاہدین کے خلاف صف آراء ہو گئے تھے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ۱۸۳۱ء کی جنگ کے بعد یعنی سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہیدؒ کی وفات کے بعد احناف جاہدین اس تحریک سے علیحدہ ہو گئے تھے تو یہ بے جا نہ ہو گا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر فحول علماء احناف حکومت برطانوی کی ملازمت میں چلے گئے تھے۔ اور میدان میں صرف از صرف اہل حدیث نظر آتے تھے یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں۔

اخیر میں ہم دیوبندی حنفی حضرات کا ایک پرانا حوالہ قارئین کی نظر کرتے ہیں تاکہ اہل دل عبرت حاصل کریں۔ قصہ یوں ہے کہ فیض آباد سے مولانا محمد یوسف صاحب شمس محمدی ایک پرچہ نکالتے تھے اہل ذکر کے نام سے تو ایک دفعہ انہوں نے تقلید کے خلاف ایک لیکچر اہل ذکر میں شائع کیا اور ساتھ کچھ امام صاحب کے ماننے والوں کو توجہ دلائی کہ تقلید کے بندن سے اپنے آپ کو کچھ آزاد کر لیں۔ تو اس کے جواب میں مولانا فقیر محمد جہلمی نے ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ یہاں اہل حدیث حضرات کو کوسہ گیا وہاں حضرت الامام سید اسمٰعیل شہیدؒ کو بھی تنقید کا ہدف بنایا گیا ہم وہی عبارت آپ کو پیش کر رہے ہیں یہ بات ۱۹۰۸ء کے قریب کی ہے اور لکھنے والا بھی احناف کا ایک عظیم انسان ہے جس نے حدائق حنفیہ تحریر کی ہے اس طرح جب مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان سے عرب میں اواخر فتنہ وہابیوں کے وقت پہنچ کر اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد سے مستفید ہو کر ان کو ہندوستان میں رواج دینا چاہا تو مولویوں سے تنگ آکر جہاد اور احیاء سنت کے بہانہ سے سرحد پشاور کا رخ کیا اور وہاں کئی ایک لڑائیاں کیں مگر سوائے اس کے کچھ نتیجہ نہ نکلا کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں ۱۲۴۷ھ میں خود اپنی جان کھو دی۔ اور کسی کو سیاست سے وہابی عقائد کا مقلد نہ بنا سکے۔

اور وہابی مذہب کو ہندوستان میں کسی قدر رواج ہوا ہے تو وہ صرف مولویوں کے دعظوں